ایک حدیث

مسلمان کے چند حقوق دوسرے مسلمان پر

بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہؓ سے ایک ارشادِ نبوی یوں نقل کیا ہے:

حق المسلم علی المسلم ستٌّ (قیل ما ھن یا رسول اللہ؟ قال) اذا لقیتہ فسلّم علیہ۔ و اذا دعاک فاجبہ واذا استنصحک فانصح لہ واذا عطس فحمد اللہ فشمتہ واذا مرض فعدہ واذا مات فاتبعہ۔

حضورؐ نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں (جب دریافت کیا گیا کہ وہ کیا ہیں یا رسول اللہ؟ تو جواب دیا:) وہ تم سے ملے تو اسے سلام کرو جب بلائے تو جاپہنچو۔ جب خیرخواہی کی خواہش کرے تو خیرخواہی کرو۔ جب چھینک کر الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہو۔ جب بیمار ہو تو عیادت کرو اور جب مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو۔

دیکھنے میں یہ بڑی معمولی سی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور باتیں بھی فقط ۶ ہیں۔ لیکن ان چھ باتوں سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے کہ بس ان چھ چیزوں کے علاوہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر اور کوئی حق ہی نہیں۔ حقوق اور بھی ہیں اور بہت ہیں۔ لیکن ہر سلسلۂ بیان ایک خاص موقعے محل سے وابستہ ہوتا ہے۔ اور اس وقت وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو اس ماحول یا اس کے تقاضوں سے متعلق ہوں۔ فرض کیجئے ایک بخار کا مریض کسی طبیب کے پاس جاتا ہے تو وہ طبیب بخار ہی کے اسباب وعلل کو دیکھے گا، بخار ہی سے متعلق دوائیں تجویز کرے گا۔ بخار ہی کی مناسبت سے غذا اور پرہیز بتائے گا۔ وہ دردِ سر، پھیپھڑے، فیل پا یہ، خارش وغیرہ کے متعلق گفتگو نہ کرے گا۔ علم فقہ کے فضائل بیان نہ کرے گا۔ انجینیئری کے نکات، خلائی سفر کی نزاکتوں، موسیقی کے جواز وعدم جواز کی تحقیق، نظریۂ اضافیت وغیرہ سے اسے کوئی بحث نہ ہوگی۔ بس وہ مریض کے موجودہ مرض کے دائرے میں رہ کر بات کرے گا۔ دوسری باتیں زندگی کے لیے خواہ کتنی ہی ضروری ہوں لیکن اس وقت اسے ان سے کوئی بحث نہ ہوگی۔ ان کے لیے دوسرے مواقع ہیں۔ غرض جہاں جو ضروری گفتگو ہوتی ہے وہی کی جاتی ہے اور جو سلسلۂ کلام ہوتا ہے اسی

کے تقاضوں کے مطابق بات کی جاتی ہے۔
یہی شکل آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی میں بھی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات لاطائل اور بے ضرورت نہ ہوا کرتے تھے بلکہ عین موقعے محل کے مطابق TO THE POINT گفتگو فرماتے تھے۔ حضورؐ کے پیشِ نظر پورا معاشرہ رہتا تھا اور معاشرے کی اصلاح کے لیے جو بات جس وقت ضروری ہوتی وہی فرماتے۔ زیرِ نظر ارشادِ نبوی بھی کسی ایسے ہی موقعے محل سے تعلق رکھتا ہے۔
احادیث میں یہ دشواری ضرور پیش آتی ہے کہ بیشتر ارشاداتِ نبوی کا پس منظر بیان نہیں ہوا ہے اس لیے پس منظر خود ہی تلاش کر لینا چاہیئے۔ اور اگر پوری طرح پس منظر معلوم نہ ہو تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ موقع انہی باتوں کا ہو گا جو حضورؐ نے فرمائی ہیں۔
یہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کی جزرس نگاہوں کے سامنے یہ معاملہ تھا کہ اُمتِ مسلمہ کے افراد کے درمیان باہمی خیر خواہانہ روابط کس طرح قائم ہوں۔ اس کے لیے حضورؐ نے چند ایسی موٹی موٹی باتیں بتائی ہیں جو ابتدائی تعارف سے لے کر قبر تک مختلف مراحل زندگی پر ضروری ہوتی ہیں۔ انہی باتوں کو "حق المسلم علی المسلم" سے تعبیر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:
پہلا حق یہ بیان ہوا ہے کہ جب تم اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملو تو اسے سلام کرو۔ سلام کیا ہے؟ اپنی طرف سے ایک بڑی پاک تمنا کا اظہار بہ شکل دعا۔ السلام علیکم۔ تم پر سلامتی ہو۔ مختصر سے دو کلموں میں کتنی پاکیزہ آرزو کا اظہار ہے۔ ایک لفظ "سلام" میں کائنات کی ساری نعمتیں سمٹ کر آجاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب ایک طرف سے ایسی حسین دعا ہو اور دوسری طرف سے جواب میں ویسی ہی جمیل آرزو (وعلیکم السلام) کا اظہار ہو تو خواہ پہلے سے تعارف ہو یا نہ ہو لیکن ایک مقناطیسی کشش ضرور پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ خیر خواہانہ ہی ہو گی۔ بس یہ ہے کہ یہ محض ایک ادائے رسم نہ ہو بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلے اور معانی کا فہم اس کا ساتھ دے[1]۔ نیز اس سلام میں بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایسا شعار ہے جو ثقافتی لحاظ سے مسلمانوں کو دوسری قوموں سے ممتاز کر دیتا ہے۔
یہ ابتدائی تعارف بڑا حسین وجمیل ہے۔ اس کے بعد دوسرا مرحلہ یہی پیش آسکتا ہے کہ ان اہلِ تعارف میں کسی کو دوسرے سے کوئی کام پڑ جائے۔ اس کے لیے ارشاد ہوا کہ دوسرا حق یہ ہے

---

[1] سلام کی مفصل تشریح کے لیے دیکھئے "گلستانِ حدیث" جو ادارے سے شائع ہو چکی ہے۔

کہ جب وہ بلائے تو چلے جاؤ۔ بلانے کے بیسیوں اسباب ہو سکتے ہیں۔ کسی دعوت ولیمہ کے لیے، کسی بھی گواہی کے لیے، کسی جائز سفارش کے لیے، کسی کام میں مدد حاصل کرنے کے لیے، کسی مشورے کے لیے، غرض کسی صحیح مقصد کے لیے بلائے تو چلے جاؤ۔ یہ خیرخواہی کا دوسرا قدم ہے۔ اور اس سے صاف پتہ چل جائے گا کہ تمہارا اسلام محض رسمی تھا یا سچے دل کی آواز تھی۔

تیسرے حق کو حضورؐ نے یوں بیان فرمایا؛ جب وہ کسی خیرخواہی کا طالب ہو تو اس کی خیرخواہی کرو۔ یہ عام حکم ہے اور ہمارے خیال میں اس پوری حدیث کا مرکزی نقطہ یہی ہے۔ اس حدیث کے سارے احکام یہی جذبہ پیدا کرنے کے لیے ہیں اور کوئی امت صحیح معنوں میں امت ہی نہیں بن سکتی تاوقتیکہ اس کا ہر فرد دوسرے افراد کے لیے یہ جذبہ نہ رکھتا ہو۔ امت اسی وقت تباہی کی طرف چل پڑتی ہے جب اس کے افراد میں خیرخواہی کی بجائے بدخواہی کے جذبات پیدا ہونے لگیں۔ دین تو نام ہی ہے خیرخواہی کا جیسا کہ ارشاد ہوا الدین النصیحۃ۔ ہماری زبان میں نصیحت و نصح کے معنی وعظ و پند کے لیے جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وعظ و پند میں خیرخواہانہ جذبہ ہی کارفرما ہوتا ہے۔ لیکن نصیحت کے معنی وعظ و پند کے نہیں بلکہ بہی خواہی اور خیرخواہی کے ہیں۔ یہی وہ جذبہ ہے جو انسانی شرافت کے جوہر پیدا کرتا ہے۔ اور اسی کی بدولت باہمی خوشگوار تعلقات وابستہ ہوتے ہیں۔

چوتھا حق یوں بیان ہوا جب وہ چھینک کر الحمد اللہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ (اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے) کہو۔ چھینک بہت سے فاسد مادوں کو نکالتی ہے۔ اس لیے چھینکنے والے کو حمد الٰہی یا شکر الٰہی ادا کرنے کا حکم ہے۔ مومن ایسے معمولی موقعے پر بھی یاد خداوندی سے غافل نہیں ہوتا اور بے ساختہ الحمدللہ کہتا ہے اور سننے والا فوراً اس کے لیے ایک پاکیزہ آرزو کا بہ شکل دعا اظہار کرتا ہے کہ تم پر خدا مزید رحمت نازل فرمائے۔ اتنی سی دعا سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے ہر آن خیرخواہانہ ہی جذبہ رکھتا ہے۔ اور اس کے لیے رحمتِ خداوندی ہی کا خواہشمند ہے۔

پھر پانچواں حق بیان فرمایا: جب وہ مریض ہو تو عیادت کرو۔ عیادت کا مطلب صرف بیمار پرسی ہی نہیں بلکہ خدمت و تیمارداری بھی اسی میں شامل ہے (گلستان حدیث میں اس کی تشریح بھی موجود ہے اسے دیکھ لینا مفید ہوگا)۔ عیادت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ صرف خوش حالی کا دوست نہیں

لہ اس کی مفصل تشریح بھی گلستانِ حدیث میں دیکھ لینا مفید ہوگا۔

بلکہ تکلیف میں بھی اپنے مسلمان بھائی کا خیر خواہ ہے۔ بلکہ خیر خواہی کا صحیح اندازہ تو ہوتا ہی اس وقت ہے جب کوئی کسی ابتلا میں پڑ جائے۔

اس کے بعد چھٹا حق یوں بیان فرمایا کہ: جب مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو۔ زندگی میں تعلق رکھنا اور مرتے ہی بے تعلق ہو جانا کوئی انسانی شرافت نہیں۔ مرنے کے بعد بھی کچھ حقوق باقی رہتے ہیں۔ اسے احترام کے ساتھ قبرستان تک لے جانا اور سپردِ خاک کرنا۔ پھر اس کے عزیزوں وارثوں سے ہمدردی کرنا اور ان کی تکلیفوں کو دور کرنا وغیرہ بھی وہ حقوق ہیں جو زندوں پر عائد ہوتے ہیں اور فَاتَّبِعْهُ کے لفظ میں یہ ساری باتیں آجاتی ہیں —— اور مرنے والے کا ایک بڑا حق یہ بھی ہے کہ اس کی مغفرت کے لیے دعا کی جائے۔ اور "اتباعِ جنازہ" میں یہ بھی سب سے پہلے داخل ہے۔ نمازِ جنازہ میں مرنے والے کے لیے بلکہ زندوں کے لیے بھی دعا ہی تو ہوتی ہے۔

اب دیکھئے ابتدائی تعارف سے لے کر مرنے کے بعد تک کے چند ایسے بنیادی حقوق اس حدیث میں بیان کیے گئے ہیں جو شروع سے آخر تک ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا خیر خواہ بناتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جب جذبۂ بہی خواہی ہوگا تو وہ انہی چند مواقع کے لیے نہ ہوگا بلکہ زندگی کے دوسرے مواقع پر بھی یہی جذبہ کارفرما ہو کر باہمی خوشگوار رابطہ پیدا کرے گا۔ اور یہی ایک اچھے معاشرے کی جان ہے۔

(محمد جعفر)

گلستانِ حدیث

مصنفہ محمد جعفر پھلواروی

چالیس منتخب احادیثِ نبوی کی تشریح، جس کے ہر مضمون کی تائید میں دوسری احادیث اور قرآن کریم کی آیات سے ان کی مطابقت نہایت دل کش انداز سے پیش کی گئی ہے۔ اندازِ نگارش اچھوتا اور تشریحات جدید افکار و اقدار کی روشنی میں کی گئی ہیں۔ کاغذ و طباعت عمدہ۔ مجلد مع گرد پوش۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور